شرعی امور میں آسانی اور سہولت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب۔ ہدایات نبوی □ کی روشنی میں

محمد افضل*

Islam is a dynamic, practical and pragmatic religion that always gives commands according to situation and environment. When it is declared that Islam is a final, absolute and last religion, it means this is a religion of all human beings without any difference of race, tribe, geography, creed and age. If the claim is that Islam is for all, then this is necessary to prove the reality of its workability in modern era. The deep study of Holy Prophets traditions reveals that the basic principle of Islamic teachings is viability and adjustability. Islam never gives such hard and fast rules that give the feeling of imprisonment to the followers and believers. The article provides handsome information about Islamic paradigm of addressing whole humankind in a lenient pattern. The Prophets (s.a.w.) was messenger of Allah for entire human universe and his benevolence was for believers and enemies both. The article tells that life and sayings of Prophets (s.a.w.) is beautiful way towards peace, harmony and comfort.

انسان تخلیقی طور پرکمزور ہے مشقت اور تنگی کو طبعی طور پر پسند نہیں کرتا،اسی لئے شریعت اسلامیہ کے تمام احکام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے آسانی،تیسیر اور سہولت کو ملحوظ رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو دین تفویض کیا ہے اس میں تکلیف شرعی کا مقصد بندوں کو دشواریوں سے دوچار کرنا نہیں ہے بلکہ غائیت درجہ کی نرمی اور درگزر ہے ۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری اور ضعف کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾1

"اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی ، پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔وہ سب کچھ جاننے والا ، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

* لیکچرار، گورنمنٹ ڈگری کالج، شالیمار ٹاؤن، چائینہ سکیم، لاہور۔

(يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا)2

"اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ۔"

اللہ کی صفت رحمت یہ ہے کہ اس نے اس امت کو ایسا رسول عنایت فرمایا ہے جو اپنی امت پربہت زیادہ شفیق،مہرباں اور نرم دل

ہے ،قرآن مجید میں رسول اکرم کی اس صفت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:
(فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ١ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ)3
"(اے پیغمبر)یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔"
آپ کی رحم دلی اور نرم مزاجی کے بارے میں سورۃ الانبیاء میں ہے:
(وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ)4
"اے محمد () ، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"
رسول اللہ کی فطری نرم دلی اور طبعی عادت در گزر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ ان پر اپنی امت کا مشقت میں پڑجانا گراں گزرتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
(لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ)5
"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے ، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔"
سورۃالاعراف میں اراشاد باری تعالیٰ ہے ۔
(وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ)6
"اور وہ ان سے بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔"
اسی شفقت اور تیسیر کا نتیجہ ہے کہ دین اسلام میں پہلے مذاہب کی سختیوں کا خاتمہ اور احکامات کے نفاذ میں تدریج کے باوجود مزید تیسیر اور آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ۔رسول اکرم کوئی بھی حکم صادر فرمانے سے قبل افراد کے احوال،مساکن اور استطاعت کاخیال رکھا کرتے تھے ،آپ لوگوں کے لئے تیسیر اور آسانی فرمایا کرتے تھے
رسول اکرم کے فرامین کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے فرامین میں تیسیر،آسانی اور سہولت کو اختیار کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلائی ہے تاکہ احکام کی بجاآوری میں لوگوں کو مشکلات کا سامنا نہ ہو۔
نبی کریم اپنی امت سےاس قدرمہربانی اور شفقت فرماتے تھے

کہ جو امور ان کے لئے مشکل ہوتےتھے ان میں آپؐ تخفیف اور نرمی پیدا فرما دیتےتھے تاکہ وہ دشواری سے بچ سکیں ۔

رسول اکرم نے تیسیر اور آسانی کو اپنانے کی ترغیب دلاتے ہوئے کئی ایک اسالیب اختیار کئے ہیں تاکہ لوگ دین اسلام کی صفت تیسیر خوب سمجھ سکیں ۔

آسانی اور سہولت پر مبنی دین :

آپنےخود دین کی وسعت اور گنجائش کو یوں بیان فرمایا:

⦿ «إِنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللہ يَوْمَئِذٍ لِتَعْلَمَ يَهُودُ أَنَّ فِي دِينِنَا فُسْحَةً إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ»7

"عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نےایک دن فرمایا تاکہ یہود جان لیں ہمارے دین میں وسعت ہے بےشک میں حنیف اور آسانی والے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں ۔"

آپؐ سےسوال کیا گیا کہ کونسادین افضل ہے تو اس کے جواب میں بھی آپؐ نے دین کی وسعت اور گنجائش کو نمایاں فرمایا:

⦿ «سُئِلَ النَّبِيُّ : أَيُّ الدِّينِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ»8

"آپسےسوال کیا گیا کون سے دین افضل ہے تو آپنے فرمایا: سیدھا اور آسانی والادین ۔ "

اللہ کے نزدیک نرمی ، سہولت اور تیسیر والادین پسندیدہ ترین دین ہے ۔

⦿ «وَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ : أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ »9

"رسول اللہ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ دین ہے جو سچا اور سیدھا ہے۔"

علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں:

"قَوْله: (السمحة) بِالرَّفْع صفة: الحنيفية، وَمَعْنَاهَا: السهلة، والمسامحة هِيَ: المساهلة، وَالْملَّة السمحة: الَّتِي لَا حرج فِيهَا وَلَا تضييق فِيهَا على النَّاس، وَهِي مِلَّة الْإِسْلَام"10

"السمحۃیہ رفع کے ساتھ الحنيفية کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے سہولت اورالمسامحة یہ المساهلة ہے اور الْملَّة السمحۃسے مراد ہے کہ وہی ملت اسلام ہے جس میں لوگوں پر کوئی تنگی اور حرج نہ ہو ۔ "

پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن لکھتے ہیں :

"احب اسم مفعول کےمعنی میں ہے اس کی خبر (الحنفية السمحة) اگرچہ مؤنث ہے لیکن علم بن چکا ہے لہٰذا کوئی قباحت نہیں ، دوسرا یہ کہ افعل تفضیل اگر مضاف کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس میں جائز ہے کہ اسے مابعد کے مطابق رکھا جائے یا نہ ۔ (الدین) جنس

ہے مراد (أحب الأديان) ہے ۔ ادیان سےمراد بنی اسرائیل وغیرہ کی شریعتیں ہیں ،تحریف سے پہلے چنانچہ ان میں کافی سختیاں اور تنگیاں تھیں مثلاً توبہ کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا ،آٹھ پہر کا روزہ وغیرہ ان کی نسبت الحنفیۃ یعنی ملت ابراہیمیہ آسانیوں والی ہے حنف کالغت میں میل یعنی میلان کا معنی ہے کیونکہ حنف ابراہیم باطل سےمیلان کر کے حق کی طرف آئے تو ان کی ملت کو (الملة الحنفية) کہا گیا اور حنیف اسے کہیں گے جو ان کی ملت پر ہو ہمیں جناب ابراہیم کی ملت عطا کی گئی (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ)اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں اپنے اوپر سختی نہیں کرنی چاہیے یعنی اس قسم کی سختی جو راہبوں نے اپنے اوپر مسلط کی "- 11

دین اسلام میں تنگی اورحرج کی ممانعت:

رسول اکرم نے دین اسلام کی وسعت سہولت اورنرمی کوواضح کرتےہوئے ساتھ یہ بھی اشارہ فرمایا دیا کہ اس دین میں سختی، مشکلات ، تنگی اور دشواری پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو اس میں تنگی اورمشکلات پیدا کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا یعنی سختی اور تنگی باقی نہ رہے گی ۔

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمنے فرمایا:

◉ «إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ»12

"دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا وہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو۔"

امام بخارینے اس حدیث کوکتاب الایمان میں باب الدین یسر کےتحت ذکر کیا ہے جبکہ اس باب سے پہلے صوم رمضان کاذکر ہے بظاہر صوم رمضان کےبعد اس باب کا محل نظر نہیں آتا کیونکہ باب کا ماقبل اور مابعد اس سے یکسر مختلف ہےامام بخاری نے رمضان کے روزوں کے بعد یہ باب کیوں باندھا اس کی حکمت کیا تھی انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے ۔

اس کے بارے میں مولانا محمد عثمان غنی لکھتےہیں:

"امام بخاری کا مقصد خوارج و معتزلہ کی تردید ہے اس لیے کہ ان لوگوں نے دین کو اتنا سخت بنا دیا کہ اگر ایک وقت کی نماز کو چھوڑ دیا تو کافر ہو گیا یا ایمان سےخارج ہو گیا اگر کوئی گناہ کبیرہ ہو گیا تو کافر ہو گیا۔ امام بخاریفرماتے ہیں کہ دین اتناسخت نہیں جتنا

بنا رکھا ہے بلکہ دین آسان ہے ۔اس سے قبل مسلسل چار ابواب کے ذکر کردہ اعمال سے معلوم ہو تا ہے کہ دین میں بڑی مشقت ہے ۔ لیلۃ القدر کا قیام پھر جہاد مع الکفار ،رمضان کا روزہ اور تراویح سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں نہایت مجاہدہ و مشقت مطلوب ہے اب امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں اگرچہ مجاہدہ ومشقت مطلوب ہے لیکن اتناہی کہ پابندی اور مداوت ہو سکے ۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:« أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَادَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ » 13خلاصہ یہ کہ بقدر تحمل مقصود ہے اورتمام اعمال میں اعتدال مطلوب ہے "-14

اس حدیث کےدوسرے حصہ میں دین میں سختی کرنے سے منع کیاگیا ہے کہ جو دین میں سختی کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا ۔ جودین میں سختی سے کام لے گا ایک دن وہ عمل کرنے سے عاجز آ جائے گا اور اعمال سر انجام نہیں دے پائے گا ۔ کثرت جہد اور تکلیف مالا یطاق سےکام لے گا ایک دن بیمار پڑ جائے گا ۔جو صرف عزیمتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور رخصتوں کو قبول نہیں کرتے وہ ایک دن مغلوب من الدین ہو جاتے ہیں اس لیے عزائم اور رخص دونوں کو قبول کرنا چاہئے ۔

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

"صرف عزیمتوں پر عمل کرنا اور شرعی رخصتوں سے فائدہ نہ اٹھانا بھی شدت و مشادہ ہے"-15

اس حدیث میں دین میں آسانی اور سہولت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئےآپ نے مزید یہ الفاظ فرمائے ۔

سددوا وقاربوا یعنی میانہ روی اختیار کرو اور اگر کسی نیکی کو کامل نہیں کر سکتے تواس کے قریب ہوجاؤ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اعلیٰ مرتبہ اور درجہ حاصل نہ کر سکو تو اس کے قریب تو رہو ۔

وابشروا میں یہ پیغام ہے کہ خوشی خوشی دین کے امور سرانجام دیا کرو ان کو اپنے لیے تنگی اوردشواری نہ خیال کرو کیونکہ تمہارا دین آسان ہے ۔ یعنی طاقت کے مطابق تھوڑا عمل کر کے بھی خدا تعالیٰ کی بشارت کےمستحق بن سکتے ہو ۔

"وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ "

ان الفاظ میں ترغیب وتحریض دی گئی ہے کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تاکہ خداتعالیٰ کا قرب ممکن ہو سکے۔

شریعت نے تقلیل عبادت کا حکم تکثیر کے لیے دیا جو قلیل کرے گا اور پابندی سے کرتا رہے وہ بہت ہو جائے گا کثیر سے اس لیےمنع کر دیا ایک دم بہت زیادہ عبادت کرنے سے تھکاوٹ ہوجانے پر اکتاہٹ

ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں:

"قال أبو الزناد: والمراد بهذا الحديث الحض على الرفق فى العمل، وهو كقوله (): تمت عليكم من العمل ما تطيقون ، وقال لعبد الله بن عمر: تمت وإذا فعلت هجمت عينک ونقمت نفسک . وقوله: تمت أبشروا يعنى بالأجر والثواب على العمل، وتمت استعينوا بالغدوة والروحة وشىء من الدلجة كأنه خاطب مسافرًا يقطع طريقه إلى مقصده فنبهه على أوقات نشاطه التى يزكو فيها عمله؛ لأن الغدو والرواح والدلج أفضل أوقات المسافر"16

''ابو الزناد نے کہا اس حدیث سےمراد کام میں نرمی کی ترغیب ہے اور یہ آپ کے فرمان کی طرح ہے کہ عمل میں جن چیزوں کی تم طاقت رکھتے ہووہ مکمل ہیں ۔ اور آپ نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ جب تو کام کرے تو مکمل کرے اس حال میں تیری آنکھ پر پسینہ آ جائے اور تیرا دل نہ پسند کرے ۔ اور آپ کا فرمان ہے یہ دین مکمل آسان ہے جس کی تمہیں بشارت دی گئی ہے یعنی کام پر اجر و ثواب کی ۔ اور یہ دین آسان ہے تم صبح و شام اور رات کی تاریکی میں مدد حاصل کرو گویا آپ نے مسافر کی طرح خطاب کیا ہےجو اپنے مقصد کے لیے راستہ طے کرتا ہے تو آپ نے اس کے نشیط اوقات پر متنبہ کیا ہے جس میں وہ اپنے عمل کو بڑھا لے کیونکہ صبح و شام اور رات کی تاریکی مسافر کے افضل اوقات ہیں ۔ ''

رفق و نرمی کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نےدینی امور میں جہاں اپنے بندوں کے لیےتیسیر اور سہولت رکھی ہے وہاں خوامخواہ خودکومشکلات اور تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے رسو ل اکرم کی یہ صفت مبارکہ تھی کہ صحابہ کرام کے لیے آسان احکام بیان کیا کرتے تھے اور ان کے احوال اور استطاعت کو دیکھ کر ان کے لیے حکم صادر فرماتے تھے۔ رسول اکرم مشکل اوردشواری کو پسند نہیں فرماتے تھے آپ کےہاں انسانوں کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنے والا کس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ جو تیرےبندوں کے لیے نرمی ،سہولت اور آسانی پیدا کرتا ہے تو اس کےساتھ نرمی اور آسانی فرما اور جو تیرے بندوں کے لیے ساتھ سختی اور مشکلات پیدا کرنے کا رویہ رکھتا ہے تو اس کے لیے سختی کا رویہ فرما ۔

عبدالرحمان بن شماسہ بیان کرتے ہیں :

◉ «أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ، فَقَالَتْ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، فَقَالَتْ: كَيْفَ كَانَ صَاحِبُكُمْ لَكُمْ فِي غَزَاتِكُمْ هَذِهِ؟ فَقَالَ: مَا نَقَمْنَا مِنْهُ شَيْئًا، إِنْ كَانَ لَيَمُوتُ لِلرَّجُلِ مِنَّا الْبَعِيرُ فَيُعْطِيهِ الْبَعِيرَ، وَالْعَبْدُ فَيُعْطِيهِ الْعَبْدَ، وَيَحْتَاجُ إِلَى النَّفَقَةِ، فَيُعْطِيهِ النَّفَقَةَ، فَقَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَا يَمْنَعُنِي الَّذِي فَعَلَ فِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخِي أَنْ أُخْبِرَكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: «اللهُمَّ، مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ»17

’’ میں حضرت عائشہ کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم کن لوگوں میں سے ہو میں نے عرض کیا اہل مصر میں سے ایک آدمی ہوں تو سیدہ نے فرمایا تمہارا ساتھی تمہارے ساتھ غزوہ میں کیسے پیش آتا ہے میں نے عرض کیا ہم نے اس میں کوئی ناگوار بات نہیں پائی اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ عطا کرتا ہے اور غلام کے بدلے غلام عطا کرتا ہے اور جو خرچ کا محتاج ہو اسے خرچہ عطا کرتا ہے سیدہ نے فرمایا مجھے وہ معاملہ اس حدیث کے بیان کرنے سے نہیں روک سکتا جو اس نے میرے بھائی محمد بن ابوبکر سے کیا رسول اللہ سے میں نے سنا کہ آپ نے میرے اس گھر میں فرمایا اے اللہ میری اس امت میں سے جس کو ولایت دی جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کو والی بنایا جائے وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔‘‘

شیخ ملاّ علی القاری فرماتے ہیں:

"قَالَ النَّوَوِيُّ: هَذَا مِنْ أَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْمَشَقَّةِ عَلَى النَّاسِ، وَأَعْظَمِ الْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِهِمْ، وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ فِي هَذَا الْمَعْنَى قَالَ الطِّيبِيُّ: وَهُوَ مِنْ أَبْلَغِ مَا أَظْهَرَهُ مِنَ الرَّأْفَةِ وَالشَّفَقَةِ وَالْمَرْحَمَةِ عَلَى الْأُمَّةِ فَنَقُولُ بِلِسَانِ الْحَالِ: اللَّهُمَّ هَذَا أَوَانُ أَنْ تَرْحَمَ عَلَى أُمَّةِ حَبِيبِكَ الْكَرِيمِ وَتُنْجِيَهُمْ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)"18.

’’امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ لوگوں پر تنگی پیدا کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کےساتھ نرمی پیدا کر نے پر ابھارا گیا ہے ۔ امام طیبی نے بھی یہی معنی مراد لیے ہیں کہ اس سے آپؐ کی اپنی امت پر نرمی ، شفقت اور مہربانی کابہت زیادہ اظہار ہوتا ہے ہم لسان حال سے کہتے ہیں اے اللہ یہ نرمی ہے کہ تو اپنے محبوب نبی کی امت پررحم کرے اور اس کی امت کو

بڑی آزمائشوں سے بچائے ۔ ‘‘
شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:
"شَقَّ عَلَيْهِمْ أَدْخَلَ عَلَيْهِمْ الْمَشَقَّةَ أَيْ الْمَضَرَّةَ. وَالدُّعَاءُ عَلَيْهِ مِنْهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالْمَشَقَّةِ جَزَاءٌ مِنْ جِنْسِ الْفِعْلِ، وَهُوَ عَامٌّ لِمَشَقَّةِ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةِ وَتَمَامُهُ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ وَرَوَاهُ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ بِلَفْظِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْهُمْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَعَلَيْهِ بَهْلَةُ اللَّهِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا بَهْلَةُ اللّهِ قَالَ: لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْوَالِي تَيْسِيرُ الْأُمُورِ عَلَى مَنْ وَلِيَهُمْ وَالرِّفْقُ بِهِمْ وَمُعَامَلَتُهُمْ بِالْعَفْوِ وَالصَّفْحِ وَإِيثَارِ الرُّخْصَةِ عَلَى الْعَزِيمَةِ فِي حَقِّهِمْ لِئَلَّا يُدْخِلَ عَلَيْهِمْ الْمَشَقَّةَ، وَيَفْعَلَ بِهِمْ مَا يَجِبُ أَنْ يَفْعَلَ بِهِ اللَّهُ"19

"ان پر سخت ہو جا ان پر سختی ڈال دے یعنی تنگی رسول اکرمﷺ نے ان کے لیے بددعا فرمائی ہے یہ مشقت ان کےعمل کی وجہ سے ہے اور یہ مشقت دنیا وآخرت دونوں میں ہو سکتی ہے ۔ اور اس کی تکمیل یہ ہے جو میری امت میں کسی کام پر والی بنایا گیا اور اس نے نرمی کی تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما ۔ ابو عوانہ نےاپنی صحیح میں اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے جو کسی کام میں والی بنایا گیا اور اس نے میری امت پر سختی کی تو اس پر اللہ کی طرف سے بہلہ ہو توآپ سے پوچھا گیا کہ بہلہ سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو۔ یہ حدیث اس بات پہ دلیل ہے کہ جو کوئی کسی امور میں والی بنایا گیا تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی،آسانی ،درگزر اورسہولت کامعاملہ رکھے عزیمت کی بجائے رخصت کو ترجیح دے تاکہ اس پر مشقت نہ آن پڑے۔ ان کے ساتھ وہ سلوک کرے جو اللہ نے اس پر واجب کیا ہے ۔ "

آسان عمل کو ترجیح:

رسول اکرم ﷺکی ایک صفت "معلم یسیر" ہےآپ کو جب بھی اللہ کی طرف سے کسی کام کرنے میں اختیار دیا گیا توآپ نے اپنی امت کے لئے تیسیر اورآسانی کا ہی انتخاب کیا، کسی کام کو سرانجام دیتے ہوئے آپ کی کوشش یہی ہوا کرتی تھی کہ آسانی اور گنجائش پیدا کی جائے ۔

حضرت عائشہ ؓبیان کرتی ہیں :

⦿ «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ

اللَّهِ، فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلَّهِ»20

" نبی کو دو امر کے درمیان جب بھی اختیار دیا تو ان میں جو آسان صورت تھی اس کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے (یعنی سب سے زیادہ اس سے پرہیز کرتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کی خاطر کبھی انتقام نہیں لیا مگر جو شخص حرمت الہیہ کی پردہ دری کرتا یعنی احکام الٰہی کے خلاف کرتا تو اللہ کی خاطر اس سے انتقام لیتے۔"

اس حدیث میں تصریح ہے کہ اگر کسی کام میں آسانی کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافر مانی نہ ہو تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

" وَقَالَ عِيَاض: يحْتَمل أَن يخيره الله تَعَالَى فِيمَا فِيهِ عقوبتان وَنَحْوه، وَأما قَوْلهَا: (مَا لم يكن إِثْمًا) فيتصور إِذا خَيره الْكفَّار. قَوْله: (إلاَّ أَن تنتهك حُرْمَة الله) يَعْنِي: انتهاك مَا حرمه، وَهُوَ اسْتثْنَاء مُنْقَطع، يَعْنِي: إِذا انتهكت حُرْمَة الله انتصر لله تَعَالَى وانتقم مِمَّن ارْتكب ذَلِك"21

"قاضی عیاض نے کہا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ نے ان چیزوں میں اختیار دیا ہو جن میں دو سزائیں ہوں اور مالم یکن اثم کا فرمان کفار کے ساتھ بھلائی کرنے کے اخیتار کو بتلاتا ہے ۔اور آپ کا فرمان"إلاَّ أَن تنتهك حُرْمَة الله" یعنی اللہ کی حرمت والی چیزوں کو پامال کیا جائے اور یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی جب اللہ کی حرمت والی چیزوں کوپامال کیا جائے تو اللہ کی مدد کرو او راس کے مرتکب سے انتقام لو ۔"

شیخ محمد عبد العزیز بن علی الشاذلی الخَوْلی فرماتے ہیں:

"فمثل خيّره ربه بين الإفطار والصيام فى السفر أو المرض. فاختار الأيسر، وخيره بين مقابلة السيئة بمثلها والعفو فاختار العفو، وخيّره فيمن تحاكموا إليه غير مخلصين فى الحكم بينهم أو الإعراض عنهم، فاختار ما رآه أسهل، وخيّره بين أن يقوم نصف الليل أو ثلثه، أو يزيد على النصف فكان يختار ما يراه أيسر على نفسه، وخيّره بين أن يفتح له كنوز الأرض أو يجعل رزقه الكفاف فاختار الكفاف ليتفرغ لعبادة ربه، والدعوة إلى دينه، وكذلک إذا خيّره أهل بيته بين أمرين اختار أيسرهما، فإذا خيّروه بين طعامين اختار أدناهما كلفة. وإذا استشار أصحابه فى أى الطرق يسلک فى سفرة أو غزوة، وفى أى الأماكن ينزل، أو فى أى البقاع تكون المعركة، فأشاروا بأمرين اختار الأيسر منهما، وهكذا دأبه، ما لم يكن أحد الأمرين

معصية، فإنه يكون أبعد الناس منه، وكيف لا تنفر نفسه الطيبة الطاهرة بما يخدش طاعته لربه، وحرصه على شرعه ولن يخيره بين طيب وخبيث. كماء وخمر إلا جاهل بالدّين، أو منافق. أو كافر لا يعلم أحكام الشريعة، ذلک الخلق الأول.أما الخلق الثاني فكان لا يناله أمر يمضه من جفاة الأعراب أو من ضعفة الإيمان، أو من أعدائه فينتقم لنفسه...... والحديث يحثنا على أخذ اليسر، والرغبة عن العسر، ويدعونا إلى الأخذ بالرخص إن كانت على النفس أسهل. والعفو عن المسيئين إلا أن ينتهكوا حرمات هذا الدّين، ويندبنا إلى الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر"22

"آپ کوآپ کے رب نے سفر اور بیماری میں روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں اختیار دیا تو آپ نے آسان کو اختیار فرمایا اور جب آپ کو انتقام اور معافی میں اختیار دیا گیا تو آپ نے معافی کو اختیار فرمایا اور جب آپ کو غیر مخلص لوگوں میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے اس میں بھی آسانی کا انتخاب فرمایا ۔اور جب آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ کے لیے زمین کے خزانے کھول دیئے جائیں یا آپ کو بقدر ضرورت زرق دیا جائے تو آپ نے بقدر ضرورت کا انتخاب کیا تاکہ اللہ کی بندگی میں فارغ رہ سکے اور اس کے دین کی دعوت دینے میں ۔ اوراسی طرح اپنے گھر والوں کے لیے بھی آسانی کا انتخاب فرماتے جب اللہ تعالیٰ نے دو کھانوں میں اختیار دیا تو آپ نے اس کا انتخاب کیا جس میں مشقت کم تھی اور جب آپ سفر یا غزوہ میں صحابہ سے کسی راستے کا مشورہ لیتے یا پڑاؤ والی جگہ کے بارے میں یا دشمن سے جنگ والے میدان کے بارے میں تو تب بھی آپ ان کے دیئے ہوئے مشوروں میں سے آسان کا انتخاب فرماتے ۔ اور یہی اصل اور بنیاد ہے کہ جب تک ان دو میں کوئی گناہ والا کام نہ ہوتا توآپ اس کو اختیار کرتے۔ اور آپ شریعت پر حریص تھے اور آپ کو کبھی بھی طیب اور خبیث اشیاء میں اختیار نہیں دیا گیا جیسا کہ پانی اور شراب ہے ، سوا اس کے کہ جو دین کو نہیں جانتا یا منافق ہے یا کافر ہے یا جو احکام شرعی نہیں جانتا یہ پہلا خلق ہے ۔ دوسرا خلق یہ ہے کہ آپ کو سخت وتندخو دیہاتیوں کی جانب سے یا کمزور ایمان والوں کی جانب سے کوئی ایسا معاملہ نہیں پہنچا جس میں انہوں نے آپ کو اذیت نہ دی ہو حتیٰ کہ آپ کے جانی دشمنوں سے بھی آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا۔......اور یہ حدیث ہمیں

آسانی اختیار کرنے پر ابھارتی ہے ، اور تنگی سے بےرغبتی پر اور ہمیں رخصت لینے پر ترغیب دیتی ہے اگرچہ وہ نفس پر آسان ہو اور خطاء کاروں سے معافی پر ۔ سوائے اس کے کہ وہ دین کی حرمت کے مرتکب ہوں اور ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر آمادہ کرتی ہے ۔ "

آسانی اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ ہے :

رسول اکرم نے اپنے بارے میں خود وضاحت فرمائی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تنگی اور مشکلات پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی ،تیسیر اور سہولت پیدا کرنےوالا بنا کر بھیجا گیا ہے ۔

⦿ «إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا»23

"خدا نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے نہ تکلیف دینے والا بناکر بھیجا ہے بلکہ اس نے مجھے آسانی فراہم کرنے والے معلم کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے۔"

رسول اکرم کی بعثت کا مقصد لوگوں کے لیے آسانی اور تیسیر پیدا کرنا تھا آپ کی بعثت سےقبل یہود و نصاریٰ نے اپنی تعلیمات میں تحریف وتبدل کرتے ہوئے اس قدر تنگیاں،مشکلات اور دشواریاں پیدا کر لی تھی کہ ان کے لیے مذہبی تعلیمات پر عمل کرنا ممکن نہ رہا تھا کیونکہ انسان کے لیےاصل آسانی اور سہولت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سےاس کو دی گئی ہو اگر انسان اپنی من مانیوں سے آسائش اور سہولت پیدا کرے گا تو حقیقت میں اس کے لیے تنگی اورحرج پیدا ہو جائے گا ۔

رسول اکرم اپنی امت کے لیے رخصت اور آسانی کو پسند فرمایا کرتے تھے اور آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے لیے آسانیوں اور رخصتوں کو پسند کرتا ہے اسی لیے اس نے اپنے بندوں کے لیے ہر معاملہ میں آسانی اور رخصت کا پہلو رکھا ہے ۔ آپ کا فرمان ہے :

⦿ «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصَهُ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى فَرِيضَتُهُ»24

" اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنے فرائض پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے ۔ "

الادب لابن ابی شیبہ میں ہی دوسرے الفاظ میں اس حدیث کو یوں بیان کیا گیا ہے :

⦿ «ان اللہ یحب أن توتی رخصة کما یحب ان توتی عزائمه »25

"اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں کو اسی طرح پسند کرتا ہے

جس طرح وہ اپنی عطا کی ہوئی عزیمتوں کو پسند کرتاہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں :

◉ «ان اللہ یحب ان توتی مباشرۃ کما یحب ان یطاع فی عزائمۃ»26

"اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی دی ہوئی عزیمتوں کو پسند کرتا ہے اسی طرح وہ یہ بھی پسند کرتا ہے اس کی رخصتوں کو قبول کیا جائے ۔ "

مزید ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :

◉ «ان عبداللہ قال : ان اللہ یحب ان تقبل رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمہ »27

شیخ زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف لکھتے ہیں:

"مفهوم محبته لإتيان الرخص أنه يكره تركه فأكد قبول رخصته تأكيدا يكاد يلحق بالوجوب بقوله (كما يكره أن تؤتى معصيته) وقال الغزالى رحمه الله: هذا قاله تطيبيا لقلوب الضعفاء حتى لا ينتهى بهم الضعف إلى اليأس والقنوط فيتركوا الميسور من الخير عليهم لعجزهم عن منتهى الدرجات فما أرسل إلا رحمة للعالمين كلهم على اختلاف درجاتهم وأصناف هما. قال ابن حجر رحمه الله: وفيه دلالة على أن القصر للمسافر أفضل من الإتمام "28

"اس کی محبت کا مفہوم اس کی رخصت کی بجاآوری ہے کیونکہ وہ اس کے چھوڑنے کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے رخصت کو قبول کرنے کی تاکید کی ہے ۔ اس قدر قریب ہے کہ وہ جب سے مل جائے جیسا کہ آپ کا فرمان ہے :" کما یکرہ أن تؤتی معصیتہ"(جیسے وہ اپنی معصیت کی بجاآوری کو ناپسند کرتا ہے)

امام غزالی کہتے ہیں یہ کمزور دلوں کی پاکیزگی ہے ،حتی کہ ضعف ،ناامیدی اور مایوسی میں ان کو بھی نہیں پہنچتا۔ چنانچہ وہ اپنے اوپر خیر سے آسانی کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ وہ درجات تک پہنچنے سے عاجز و بےبس ہیں ۔چنانچہ اس نے تو اس کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ہر کسی کے مختلف درجے اور اقسام ہیں ۔ ابن حجر فرماتےہیں :اس میں دلیل ہے کہ مسافر کے لیے قصر کرنا مکمل نماز پڑھنے سے افضل ہے ۔"

شیخ محمد بن علی بن محمد لکھتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِالرُّخْصَةِ:التَّسْهِيل وَالتَّوْسِعَة فِي تَرْك بَعْض الْوَاجِبَاتِ أَوْ إبَاحَة بَعْض الْمُحَرَّمَاتِ. وَهِيَ فِي لِسَانِ أَهْلِ الْأُصُول: الْحُكْم الثَّابِتُ عَلَى خِلَاف دَلِيل الْوُجُوبِ أَوْ الْحُرْمَة لِعُذْرٍ.وَفِيهِ أَنَّ اللَّهَ يُحِبّ إتْيَان مَا شَرَعَهُ مِنْ

الرُّخَص، وَفِي تَشْبِيه تِلْكَ الْمَحَبَّة بِكَرَاهَتِهِ لِإِتْيَانِ الْمَعْصِيَة دَلِيل عَلَى أَنَّ فِي تَرْك إِتْيَان الرُّخْصَة تَرْك طَاعَة، كَالتَّرْكِ لِلطَّاعَةِ الْحَاصِل بِإِتْيَانِ الْمَعْصِيَة. وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ الْأَوَّل مِنْ أَدِلَّة الْقَائِلِينَ بِأَنَّ الْقَصْر وَاجِبٌ، لِقَوْلِهِ: «فَكَانَ فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ»"29

"اور رخصت سے مراد سہولت و وسعت ہے بعض واجبات کوچھوڑنے میں یا بعض محرمات کے مباح ہونے میں ۔اوریہی اہل اصول کی بات ہے کہ حکم عذر کی بناء پر حرمت یا اس کے مخالف دلیل پر برقرار رہتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ شریعت کی رخصتوں پر حکم کی بجاآوری کو پسند فرماتے ہیں اور اس محبت کی مشابہت میں معصیت کی بجاآوری کو ناپسند کرنابھی ہے ۔اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ رخصت کی بجاآوری کو چھوڑنا فرمانبرداری کو ترک کرنا ہے ۔معصیت کی بجاآوری کر کے اطاعت کو چھوڑ دینا ہے اور پہلی حدیث ابن عمرؓ جس میں آپ کا فرمان ہے کہ ان امور میں سے جن کو ہم نے جانا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سفر میں دو رکعت نماز ادا کریں ۔"

مذکورہ بالا حدیث میں یہ غیر مبہم وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیمتوں اور رخصتوں دونوں کوہی پسند کرتا ہے ۔شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح لکھتے ہیں:

«وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : إنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ، وَفِي رِوَايَةٍ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى عَزَائِمُهُ) فُسِّرَتْ مَحَبَّةُ اللَّهِ بِرِضَاهُ وَكَرَاهَتُهُ بِخِلَافِهَا وَعِنْدَ أَهْلِ الْأُصُولِ أَنَّ الرُّخْصَةَ مَا شُرِعَ مِنْ الْأَحْكَامِ لِعُذْرٍ، وَالْعَزِيمَةُ مُقَابِلُهَا، وَالْمُرَادُ بِهَا هُنَا مَا سَهَّلَهُ لِعِبَادِهِ وَوَسَّعَهُ عِنْدَ الشِّدَّةِ مِنْ تَرْكِ بَعْضِ الْوَاجِبَاتِ، وَإِبَاحَةِ بَعْضِ الْمُحَرَّمَاتِ.

وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ فِعْلَ الرُّخْصَةِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِ الْعَزِيمَةِ كَذَا قِيلَ وَلَيْسَ فِيهِ عَلَى ذَلِكَ دَلِيلٌ بَلْ يَدُلُّ عَلَى مُسَاوَاتِهَا لِلْعَزِيمَةِ، وَالْحَدِيثُ يُوَافِقُ قَوْله تَعَالَى (يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) (البقرة: 185)»30

"ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رخصتوں کواپنانے کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح وہ اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے ۔ اس حدیث کو مسند احمد ، صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں نقل کیا گیا ہے ایک روایت میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں (جیسے وہ عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے ۔) اللہ تعالیٰ کی محبت کی وضاحت کردی گئی اس کی رضا اور کراہت کے ساتھ یہ اہل الاصول (فقہاء) کے قول کے بالکل برعکس ہے جو کہتے ہیں

کہ احکام میں رخصت پر تبھی عمل ہو سکتا ہے جب کوئی عذر ہو اس کے برعکس عزیمت ہے یہاں مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے آسان کر دیا ہے اور وسعت دی ہے کہ مشکل وقت میں بعض فرائض کوترک کر دیا جائے اور بعض محرمات کومباح سمجھا جائے ۔ اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رخصت پر عمل کرنا عزیمت پر عمل کرنے سے افضل ہے بعض نےیہ بھی کہا ہےکہ یہ حدیث رخصت اور عزیمت کےمساوی ہونے پر دلیل ہے ۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان کے موافق ہے (يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) ''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے تنگی کا نہیں۔"

دین اسلام کا آسان ہونا ایک عظیم خوبی:

دین اسلام کی بہترین چیز اس کا آسانی اور سہولت پر مبنی ہونا ہے جس کے بارے میں رسول کریم نے فرمایا ہے :

- «إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ، إِنَّ خَيْرَ دِينِكُمْ أَيْسَرُهُ »31

"تمہارے دین کی بہترین چیز اس کاآسان ہونا ہے تمہارے دین کی بہترین چیز اس کا آسان ہونا ہے۔ "

زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف لکھتے ہیں:

"(خير دينكم أيسره) أى الذى لا مشقة فيه والدين كله كذلک إذ لا مشقة فيه ولا إصر كالذى كان من قبل لكن بعضه أيسر من بعض فأمر بعدم التعمق فيه فإنه لن يغالبه أحد إلا غلبه وقد جاء ت الأنبياء السابقة بتكاليف وآصار بعضها أغلظ من بعض"32

"(خیر دینکم أیسرہ) سے مراد یہ ہے کہ جس میں مشقت نہ ہو بالکل اسی طرح سارے دین میں کوئی مشقت اور تنگی نہیں ہے جس طرح پہلے مذاہب میں تھی لیکن اس کے احکام تو بعض احکام سے آسان ہیں ۔ پس اس کے احکام میں سختی کو نہ لیا جائے کیونکہ دین پر کوئی ہرگز غالب نہیں آسکتا دین ہی اس پر غالب رہے گا سابقہ انبیاء کی شریعت میں تنگیاں اور دشواریاں تھیں ان میں ایک سے بڑھ کر ایک سخت احکام تھے ۔ "

رسول اکرم کویہ پسند نہیں تھا کہ لوگ رخصتوں کو چھوڑ کر عزیمتوں پر ہی عمل کریں اور اپنی زندگی کو مشقت اور حرج میں مبتلا رکھیں آپ نے صحابہ کی جو تعلیم و تربیت فرمائی تھی اس میں دونوں کی اہمیت کو اجاگر فرمایا تھا ایک موقع پر آپ کو علم ہوا کہ آپ کے اصحابؓ رخصت پر عمل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر

رہے ہیں اور رخصت سے پرہیز کرتے ہوئے عزیمت کو ترجیح دےرہے ہیں تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ صراحت فرمائی کہ جو کام میں کرتا ہوں تم اس سے پرہیزکرتے ہو اللہ کی قسم تم مجھ سے زیادہ اللہ کو جاننےوالے نہیں ہو اور نہ ہی تم مجھ سےزیادہ تقوی اختیار کرنے والے ہو ۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں :

⦿ «صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ، فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذَلِکَ النَّبِيَّ ﷺ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ، وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً»33

" نبیﷺ نے کوئی کام کیا تھا اور لوگوں کو اس کے کرنے کی اجازت بھی دی تھی، لیکن لوگوں نے اس سے پرہیز کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد بیان کی پھر فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا کہ اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، جو میں کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں اللہ کو ان سے زیادہ جاننے والا ہوں اور ان سے زیاد ڈرنے والا ہوں۔"

علامہ بدرالدین العینیؒ فرماتے ہیں:

"قَوْله: (صنع النَّبِیﷺ شَيْئا) لم يعلم مَا هُوَ. قَوْله: (فَرخص فِيهِ) من الترخيص وَهُوَ خلاف التَّشْدِيد يَعْنِي: سهّل فِيهِ من غير منع. قَوْله: (فتنزه عَنهُ قوم) يَعْنِي: احترزوا عَنهُ وَلم يقربوا إِلَيْهِ، وَفِي رِوَايَة مُسلم: فكأنهم كرهوه وتنزهوا عَنهُ. قَوْله: (فَبلغ ذَلِک) أَي تنزههم النَّبِیﷺ، فَقَالَ: مَا بَال قوم يتنزهون؟ أَي: يحترزون، وَفِي رِوَايَة مُسلم: فَبلغ ذَلِک النَّبِیﷺ، فَغَضب حَتَّى بَان الْغَضَب فِي وَجهه. قَوْله: عَن الشَّيْء أصنعه، وَفِي رِوَايَة جرير: بَلغهُمْ عني أَمر ترخصت فِيهِ فكرهوه وتنزهوا عَنهُ، وَفِي رِوَايَة أبي مُعَاوِيَة يرغبون عَمَّا رخصت فِيهِ. قَوْله: إِنِّي لأعلمهم إِشَارَة إِلَى الْقُوَّة العلمية. قَوْله: وأشدهم لَهُ خشيَة إِشَارَة إِلَى الْقُوَّة العملية.وَفِيه: الْحَث على الِاقْتِدَاء بِهِ وَالنَّهْي عَن التعمق وذم التَّنَزُّه عَن الْمُبَاح"34

"(صنع النَّبِیﷺ شَيْئا)اس کےبارے میں معلوم نہیں ہوسکا کہ کیا کام تھا۔ (فَرخص فِيهِ) یہ رخصت سے ہے جوسختی کے خلاف ہے مراد ہے وہ سہولت جومنع نہ ہو ۔ (فتنزه عَنهُ قوم)یعنی انہوں نے احتراز کیا اور اس کے قریب نہ گئے مسلم کی روایت میں ہے انہوں نے اس کو مکروہ جانا اور اس سے اجتناب کیا (فَبلغ ذَلِک) یعنی ان کی ناپسندیدگی رسول اکرمﷺ تک پہنچی ۔ آپ نے فرمایا اس قوم کیا ہو گیا ہے یہ ناپسند کیوں کرتے ہیں یعنی اجتناب کیوں کر رہے ہیں مسلم

کی روایت میں ہے کہ جب آپ کو یہ بات پہنچی تو آپ کوغصہ آ گیا اور غصہ کے اثرات چہرے پر ظاہر ہو رہے تھے اس کام کےبارے میں جو آپ نے کیا ۔جریر کی روایت میں ہے ان کو بتاؤمیری طرف سے جس کام میں میں نے ان کو رخصت دی اسے انہوں نے ناپسند کیا اور اس سے اجتناب کیا ابومعاویہ کی روایت میں ان کو ترغیب دو جس چیزمیں میں نے ان کو رخصت دی ہے ۔ آپ کا قول (إنِّی لأعلمهم) میں زیادہ جانتا ہوں یہ قوت علمیہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کا قول (وأشدهم لَهُ خشيَةَ) میں ان سے زیادہ ڈرنےوالاہوں یہ قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے ۔

اس حدیث میں آپ کی اقتداء کی طرف ابھارا گیا ہے اور تعمق (مباح امور کا ترک) کی نہی کی گئی ہے اور تنزہ (جائز اشیاء سے اجتناب کرنا) کی مذمت کی گئی ہے ۔ "

کثرت سوال کی ممانعت میں حکمت:

آپ نے صحابہ کرامؓ کو یہاں تک فرما دیا کہ وہ کوئی ایسا سوال نہ کریں جس کی وجہ سے انسانوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑےاور سوال کی وجہ سے مزید مشکلات میں جکڑے جائیں ۔آپ نے ایسے سوالات کو سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔آپ نے فرمایا:

◉ «إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا، مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَحُرِّمَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ»35

" مسلمانوں میں سے سب بڑا جرم اس مسلمان کا ہے کہ جس نے کسی چیز کے بارے میں پوچھا (جب کہ وہ حرام) مسلمانوں پر حرام نہیں تھی لیکن ان کے سوال کرنے کی وجہ سے ان پر وہ چیز حرام کر دی گئی۔"

رسول اکرم جب کوئی حکم صادر فرماتے تھے تو لوگ کے احوال ، مساکن استطاعت اور قدرت کا خیال رکھا کرتے تھے ۔ اور آپؐ کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ اعمال کی بجاآوری میں لوگ مشقت اور تنگی میں نہ پڑیں۔ دوسری طرف صحابہ کرام کو تحصیل علم اور معرفت مسائل کا اس قدرشوق تھا کہ وہ اکثر آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے بعض اوقات دریافت سوال کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی چیز واجب قرار دے دی جاتی پہلے حکم میں آسانی ،تیسیر اور نرمی ہوتی لیکن دریافت شدہ مسئلہ میں سوالات کی گہرائی اس میں مشقت ، سختی ،تنگی اورحرج کا باعث بن جاتی اس لیے آپ نے اپنے اصحابؓ کو کثرت سوالات سے ممانعت فرما دی ۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسو ل اللہ نے فرمایا:

◉ «دَعُونِی مَا تَرَکْتُکُمْ، إِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلاَفِهِمْ عَلَی أَنْبِیَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُکُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ»36

"تم مجھے چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو چھوڑ دوں (یعنی بغیر ضرورت کے مجھ سے سوال نہ کرو) تم سے پہلے کی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کے سبب ہلاک ہو گئیں جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو اور تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس کو کرو جس قدر تم سے ممکن ہو سکے۔"

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین لکھتے ہیں:

"لأن بعض الصحابة من حرصهم علی العلم ومعرفة السنة، کانوا یسألون النبی عن أشیاء قد لا تکون حراماً فتحرم من أجل مسألتهم، أو قد لا تکون واجبة، فتجب من أجل مسألتهم، فلهذا أمرهم النبی أن یدعوه، أن یترکوا ما ترکه ما دام لم یأمرهم ولم ینههم، فلیحمدوا الله علی العافیة.ثم علل ذلک بقوله: (فإنما أهلک من کان قبلکم کثرة سؤالهم، واختلافهم علی أنبیائهم) یعنی أن الذین من قبلنا أکثروا المسائل علی الأنبیاء،فشدد علیهم کما شددوا علی أنفسهم، ثم اختلفوا علی أنبیائهم أیضاً، فلیتهم لما سألوا فأجیبوا قاموا بما یلزمهم، ولکنهم اختلفوا علی الأنبیاء ."37

"بعض اصحاب رسول حصول علم اور معرفت سنت کا انتہائی شوق رکھتے تھے کبھی ایسا ہوتا کہ ایک چیز حرام نہ ہوتی تھی لیکن ان کے سوال کی وجہ سے حرام ہو جاتی تھی ۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ ایک چیز واجب نہ تھی لیکن ان کے سوال کی وجہ سے واجب ٹھہرتی ۔ پس اسی لیے نبی اکرم ان کوحکم دیا کہ وہ اس کو چھوڑ دیں یا اس کو ترک کر دیں جس کو آپ نے چھوڑ دیا نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس تم اس درگزر پر اللہ کی تحمید کرو۔ پھر اس کی علت بیان کی (پس بے شک تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کی وجہ انبیاء کرام سے ان کے کثرت سوال اور ان کے اختلاف تھے) یعنی تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے پس ان پر اسی طرح سختی کی گئی جیسے انہوں نے اپنے اوپر سختی کی پھر انہوں نے اپنے انبیاء سےاختلاف کیا جو انہوں نے سوال کیا اس کا جواب دیا گیا اس کے بعد ان پر واجب تھاکہ جو ان پر لازم کیا گیا تھا اس کو پورا کرتے لیکن انہوں نے اپنے ابنیاء سےاختلاف کیا۔"

نبی اکرمﷺنے اپنے اصحاب کی جو تعلیم وتربیت فرمائی تھی ان کی شخصیت پربہت گہرے اثرات مرتب ہوئے ۔ اصحابؓ سوالات کی بجائے رسول اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور اطاعت واتباع کو ہی اپنے لیے فلاح و کامیابی تصور کرتے تھے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اصحاب رسول کے کثرت سوالات سے اجتناب کے بارے میں فرماتےہیں :

" مَا رَأَيْتُ قَوْمًا كَانُوا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلُوهُ إِلَّا عَنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ مَسْأَلَةً حَتَّى قُبِضَ، كُلُّهُنَّ، فِي الْقُرْآنِ، مِنْهُنَّ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ} [البقرة:217] وَ {وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ} [البقرة: 222] قَالَ: مَا كَانُوا يَسْأَلُونَ إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُهُمْ"38

"میں نے صحابہ کرام ﷺ سے بہتر قوم نہیں دیکھی انہوں آپ کی زندگی میں صرف تیرہ مسائل کے بارے میں دریافت کیا اور وہ سارے مسائل قرآن میں موجود ہیں ان میں سے (يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ)(البقرہ 2:217) اور(وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ)(البقرہ 2: 222)حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا : صحابہ کرام ﷺ نے وہی سوالات کیے جو ان کے لیے فائدہ مند ہوئے۔"

نرم خو کے لیے خوشخبری:

رسو ل اکرمﷺ کو نرمی، آسانی ،تیسیر اور سہولت لوگوں کے لیےپیدا کرنا اس قدر پسند تھا کہ آپؐ نےایسے آدمی کے لیے جو لوگوں کے لیے نرمی ،تیسیر پیدا کرتا ہے اس کو یہ بشارت سنائی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓنبی کریم ﷺبیان کرتےہیں کہ آپﷺ نے فرمایا:

◉«قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ تُحَرَّمُ عَلَيْهِ النَّارُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ عَلَى كل هين لين قريب سهل»39

" کیا تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤ کہ آگ کو اس پر حرام کر دیا گیا ہے تو صحابہؓ نے کہا کیوں نہیں ہر نرمی کرنے والے،قریب رہنے والے اور آسانی کرنے والے پر۔"

دین اسلام کی میں کسی قسم کی تنگی ،مشقت ، حرج پیدا کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے نرمی، آسانی اور سہولت اختیار کرنے والے کے حق میں دعا بھی فرمائی اور اسے جنت کی بشارت بھی دی ہے۔

خلاصہ بحث:

دین اسلام کی تعلیمات سہولت ،آسانی ،تیسیر ،نرمی، گنجائش اوروسعت پر مبنی ہیں اسی لیے رسول اکرم نے دین اسلام کےبارے میں فرمایا: «الدین یسر» یعنی دین اسلام سہولت ، آسانی اور تیسیر والا دین ہے -

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ جب اس کے احکام کی بجاآوری کرنےوالے کی استطاعت اورقدرت میں کمزوری یا مجبوری واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی تو ایسےاحوال میں اس کی تعلیمات میں مزید آسانی، سہولت،وسعت، نرمی اور گنجائش پیدا ہو جاتی ہے تاکہ حرج ،تنگی اور دشواری کاخاتمہ ہوسکے -

نبی اکرمکی صفت ''معلم یسیر ''ہے آپ بطور خاص اپنی امت کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے لوگوں کی مجبوریوں اور دشواریوں سےخوب واقف تھے، آپؐ لوگوں کی عادات ،ثقافت ، احوال، مساکن ، استطاعت ،قدرت اور انسانی فطرت کے پیش نظر ہی احکام صادر فرماتے تھے اسی لئے عبادات سے لےکر معاملات تک ہر جگہ توسّع و تیسیر اور سہولت کو نمایاں رکھا ہے ۔رسول اکرم کو دین میں آسانی اور نرمی اس قدر پسند تھی کہ جہاں راہبانہ تعبد اور جفاکشانہ ریاضت کا اندازہ دیکھا وہاں فورا اس میں آسانی اور اعتدال کا حکم دیا، جہاں عادت، رویہ اورمزاج میں تنگی محسوس کی وہاں توسّع پیدا کر دیا اور سخت گیر انداز کونرمی سےبدل دیا۔ جہاں انفرادی عذر سامنے آئے وہاں اجتماعی قانون کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن انفرادی رعایت دےدی۔ الغرض کہ دین اسلام کےاحکام میں بندوں کی استطاعت و طاقت کو مدنظر رکھتےہوئےہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان سے افعال کا مطالبہ کیاہے اور ان پر کوئی ایسی چیزلازم نہیں کی جو ان کی استطاعت و بساط میں نہ ہو۔جہاں بھی کوئی عمل بندوں کی قوت اور طاقت سےباہر ہو جاتا ہے وہاں ان کومکلف نہیں ٹھہرایاجاتا۔اسلامی تعلیمات کاعمومی تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد اتنا مکلف ہے جس قدر اس میں ہمت اور قوت پائی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

1. الروم30: 54
2. النساء4: 28
3. آل عمران 3 :159
4. الانبیاء:21: 107
5. التوبہ 9: 128
6. الاعراف7: 157

7. احمدبن حنبل،ابو عبداللہ،مسند الإمام أحمد بن حنبل،رقم الحدیث:25972،مؤسسۃ الرسالۃ،2001ء
8. معمربن أبی عمرو ،الجامع (منشور کملحق بمصنف عبد الرزاق)، رقم الحدیث: 20574 ، المجلس العلمی باکستان وتوزیع المکتب اسلامی، بیروت ،1403ھ
9. الطبرانی، سلیمان بن احمد،ابو القاسم ، المعجم الاوسط، باب المیم ، رقم الحدیث: 7351، دار الحرمین ،القاہرہ
10. العینی،محمود بن احمد،بدرالدین،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری،دار إحیاء التراث العربی-بیروت،1، 235
11. عبدالکبیر محسن ، ڈاکٹر ، پروفیسر ،توفیق الباری شرح صحیح البخاری ، مکتبہ اسلامیہ ،2008ء، 1، 116
12. البخاری،محمد بن اسماعیل،ابو عبداللہ،الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب الدین یسر،رقم الحدیث: 39 ،دار السلام،الریاض،1998ء
13. الجامع الصحیح،کتاب الایمان،باب احب الدین الی اللہ عز وجل ،رقم الحدیث: 43
14. محمد عثمانی غنی ، علامہ ،نصرۃ الباری شرح صحیح البخاری ،مکتبہ الشیخ ،بہادر آباد ،کراچی، 1،298
15. بجنوری ،احمد رضا ،سید ،انوار الباری شرح صحیح البخاری ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ، ملتان ، 1427ھ، 3، 4، 252- 253
16. ابن بطال، أبو الحسن علی بن خلف ،شرح صحیح البخاری لابن بطال،مکتبۃ الرشد - السعودیۃ، الریاض،1423ھ،1،97
17. القشیری،مسلم بن الحجاج، امام،صحیح مسلم،کتاب الامارہ،بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ، وَالْحَثِّ عَلَى الرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ، وَالنَّهْيِ عَنْ إِدْخَالِ الْمَشَقَّةِ عَلَيْهِمْ،رقم الحدیث:1828،دارإحیاء التراث العربی ، بیروت
18. القاری،علی بن محمد،ابوالحسن،مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،6،2404،دار الفکر، بیروت ـلبنان،2002ء
19. محمد بن اسماعیل بن صلاح،سبل السلام،دار الحدیث،2، 667
20. الجامع الصحیح،کتاب الادب،بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،رقم الحدیث:6126
21. عمدۃ القاری،2، 168
22. الخولی ،محمد عبدالعزیز بن علی الشاذلی،الادب النبوی،دار المعرفۃ – بیروت،1423ھ،1،189- 190
23. صحیح مسلم،بَابُ بَيَانِ أَنَّ تَخْيِيرَ امْرَأَتِهِ لَا يَكُونُ طَلَاقًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ،کتاب الطلاق،رقم الحدیث: 1478
24. ابن ابی شیبہ،عبداللہ بن محمد،الادب لابن ابی شیبہ،باب الاخذ با لرخص،رقم الحدیث: 194،دار البشائر الإسلامیۃ – لبنان،1999ء
25. الادب لابن ابی شیبہ ، رقم الحدیث : 195
26. الادب لابن شیبہ، رقم الحدیث: 192

27. الادب لابن شیبہ، رقم الحدیث : 190
28. محمد المدعو بعبد الرؤف ،زین الدین ،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصری،1356ھ،2، 296
29. الیمنی ،محمد بن علی بن محمد،نیل الأوطار،دار الحدیث، مصر،1993ء،3، 244
30. سبل السلام،1، 387
31. مسند احمد ،رقم الحدیث:15936
32. فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،3، 486
33. الجامع الصحیح،کتاب الادب،بَابُ مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالعِتَابِ،رقم الحدیث:6101
34. عمدة القاری شرح صحیح البخاری،22، 156
35. صحیح مسلم،کتاب الفضائل،بَابُ تَوْقِيرِهِ ، وَتَرْكِ إِكْثَارِ سُؤَالِهِ عَمَّا لَا ضَرُورَةَ إِلَيْهِ، أَوْ لَا يَتَعَلَّقُ ...،رقم الحدیث :2358
36. الجامع الصحیح،کتاب الاعتصام والسنة،بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،رقم الحدیث:7288
37. العثیمین ،محمد بن صالح بن محمد ،شرح ریاض الصالحین،دار الوطن للنشر، الریاض،1426ھ ،2، 269
38. السمرقندی ، عبداللہ بن عبدالرحمن ، ابو محمد ،سنن دارمی ، المقدمہ ، باب کراہیۃ الفتیا، رقم الحدیث : 127، دارالمغنی للنشر والتوزیع ، السعودیہ العربیہ ، 1412ھ
39. الدارمی،محمد بن حبان، أبو حاتم،الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان کتاب البرّ والاحسان، باب حسن الخلق،رقم الحدیث:470 ،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت،1988ء